The Qur'an: Surah az-Zukhruf (Gold)
Surah 43
Translation and Explanation
By: Professor Dr. Dildar Ahmed Alvi

سورہ الزخرف کا پیغام: ترجمہ و تشریح

عاجزانہ کاوش: پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد علوی

سورہ الزخرف (سورہ نمبر ۴۳)

خدائے الرحمٰن والرحیم کے نام سے

حٰم۔

شاہد ہے یہ کتابِ مبین (کہ یہ اللہ کی کتاب ہے)۔

بیشک ہم نے اسے عربی قرآن کی شکل میں نازل کیا ہے تاکہ (اے مخاطبین) تم اسے (عقل و دانش) سے سمجھ سکو (اور دوسروں کے لئے سمجھنے کا ذریعہ بن سکو)۔

اور یہ کہ بیشک یہ قرآن ہمارے پاس اصل کتاب (کتابِ علمِ الٰہی) میں ثبت ہے، یقیناً (یہ قرآن ہے) اپنی شان میں نہایت بلند اور حکمت سے لبریز۔

(اس کے بوجود تم اس کی مخالفت کر رہے ہو) تو کیا (اے مخالفینِ قرآن) ہم تم سے اس یاد دہانی کو ناراض ہو کر اس بنا پر روک لیں کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ بن چکے ہو، (یقیناً ہم ایسا نہیں کریں گے)۔

اور (اے رسول کریمﷺ)، کتنے ہی انبیا ہیں جو ہم نے پہلے گزر جانے والی قوموں کی طرف بھیجے ہیں۔

لیکن، (ہمیشہ یہ ہوا کہ) جب بھی ان لوگوں کے پاس کوئی نبی آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ (نتیجتاً، مکافاتِ عمل کا شکار ہوئے)۔

پس، ہم نے ان کو جو اِن (موجودہ مخالفینِ حق) سے زیادہ طاقتور تھے ہلاک کر دیا۔ اور، وہ پہلے وقتوں کے لوگ ماضی کا قصہ بن کر رہ گئے۔

اور، (اے رسول کریم ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ انہیں (خدائے) العزیز و العلیم نے پیدا کیا ہے۔ (لیکن، پھر بھی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں)۔

(اے رسولِ کریم ﷺ آپ فرمائیں:) (اللہ) وہی ہے جس نے زمین کو (اے انسانو) تمھارے لئے ایک گہوارہ بنایا، اور اس میں تمھارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔

اور وہ وہی ہے جس نے بلندی سے ایک حساب کے مطابق پانی برسایا۔ پس، ہم نے اس سے ایک بے جان زمین کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اسی طرح تمھیں بھی (اے انسانو!) دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔
اور وہ وہی ہے جس نے ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔
اور (وہ وہی ہے) جس نے تمھارے لئے بنائے ہیں وہ سب جہاز اور چوپائے جن سے تم سواری کا کام لیتے ہو۔
تاکہ تم ان کی پشتوں پر جم کر بیٹھو۔ پھر جب تم ان پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مُسخر کر دیا ورنہ ہم اس پر قابو پانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔
اور یہ کہ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔
(اللہ کو خالقِ کائنات تسلیم کرنے کے باوجود) ان (مشرکین) کا حال یہ ہے کہ انھوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد قرار دیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ (اس طرح کا) انسان کھلا ناشکرگزار ہے۔
(اے وہ لوگو جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو) کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لئے بیٹیاں پسند کر لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ برگزیدہ کیا (یہ تمھارا نظریہ کس قسم کا ہے!)۔
حقیقت یہ ہے کہ جب ان (مشرکین) میں سے کسی کو اس کی (پیدائش کی) خوشخبری دی جاتی ہے جس کی نسبت وہ خدائے رحمٰن کی طرف کرتا ہے تو اس کا چہرہ (شدتِ غم سے گویا) سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ کرب سے بھر جاتا ہے۔ اور (دل ہی دل میں کہتا ہے): ''کیا (اس کے ہاں وہ اولاد پیدا ہوئی) جو زیور میں پرورش پاتی ہے''۔ اور وہ خود کو ایک غیر مرئی کشمکش میں پاتا ہے (کہ اسے زندہ رہنے دے یا زمین میں دفن کر دے۔ (دیکھیں النحل:۵۹))۔
اور یہ کہ (اے رسولِ کریمﷺ) یہ فرشتوں کو کہ خدائے رحمٰن کے بندے ہیں (اس کے شریک اور) بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ (یہ کس بنیاد پر ایسا کہتے ہیں) کیا یہ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے (کہ انھوں نے انھیں تخلیق ہوتے دیکھا ہے)۔ ان کا یہ دعویٰ (ان کے دوسرے اعمال کی طرح ان کے نامہءِ اعمال میں) لکھ لیا جائے گا اور ان سے (بروزِ قیامت) اس کی بازپرس ہو گی۔
اور، یہ (منکرینِ حق) کہتے ہیں: اگر خدائے رحمٰن چاہتا تو ہم ان (باطل معبودوں) کی پرستش نہ کرتے۔ انھیں اس حقیقت کا (کہ خدا کا چاہنا کیا ہے) کوئی علم نہیں (نہ عقلی اور نہ نقلی)، یہ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔
کیا ہم نے انھیں اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، سو وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں (اور اس سے استدلال کر رہے ہیں)؟ بلکہ، وہ کہتے ہیں: ''بالیقین، ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک پختہ طریقے پر پایا ہے اور بالیقین ہم ان کے نقوشِ قدم پر راہ یاب ہیں۔
(اے رسولِ اکرمﷺ آبا پرستی کا نظریہ کوئی نئی چیز نہیں ہے)، آپ سے پہلے بھی ہم نے جب کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا (اپنا نبی) بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک مضبوط طریقہ پر پایا اور ہم ان کے نقوشِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔

(نبی ءِ محترم نے) فرمایا: اگر میں تمھارے پاس اس (غلط طریقہ) کی بہ نسبت جس پر تم نے اپنے آبا و اجداد کو پایا ہے درست طریقہ لے آؤں (تو کیا تم تب بھی اپنے آبا و اجداد ہی کی پیروی کرو گے یا اپنی خدا داد فکر کو کام میں لا کر درست طریقہ کو اختیار کرو گے)؟ انھوں نے جواب دیا: جو پیغام تم دے کر بھیجے گئے ہو، ہم اسے نہیں مانتے۔

[سو، انھوں نے اپنے قول اور عمل سے اس پیغام کی مخالفت کی۔ جب انھوں نے ایسا کیا اور حد سے بڑھ گئے تو] نتیجتاً، ہم نے انھیں ان کے اعمال کے نتائج سے ہمکنار کر دیا (ہمارے مکافاتِ عمل کے قانون نے انھیں ان کے انجام تک پہنچا دیا)۔ پس، دیکھو کہ پیغامِ حق کی تکذیب کرنے والوں کا کیسا (دردناک) انجام ہوا۔ [نیست و نابود ہو کر قصہ ءِ پارینہ اور نمونہ ءِ عبرت بن گئے]۔

(باپ دادا کی اندھی تقلید کے بجائے غور و فکر سے کام لو۔ اپنے جدِ امجد ابراہیم (علیہ السلام) کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالو)۔ وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ بیشک میں ان سے جن کی تم پرستش کرتے ہو بیزار ہوں، میں تو صرف اس ہستی کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے وجود بخشا ہے، کچھ شبہ نہیں کہ وہی ذات ہے جو میری رہنمائی فرمائے گی۔ اس طرح، ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے پیچھے اپنی اولاد میں کلمہِ توحید کو ایک باقی رہنے والی بات بنا دیا۔

ان کی آرزو یہ تھی کہ ان کی اولاد اس کی طرف رجوع کرتی رہے، اور اس پر کاربند رہے۔ لیکن، رفتہ رفتہ وہ راہِ حق سے ہٹتے چلے گئے اور یہ دن آگیا۔) (اللہ فرماتا ہے کہ) یہ جو لوگ ہیں، میں نے (اپنے ودیعت کردہ قانونِ فطرت کے مطابق) انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات سے لطف اندوز ہونے دیا یہاں تک کہ یہ وقت آگیا، جب ان کے پاس میری طرف سے بھیجا گیا پیغامِ حق اور اس کی توضیح و تشریح کرنے اورہدایت کی ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہمارا رسول (ﷺ) آ گیا۔

ان کا حال یہ ہے کہ جب ان کے پاس پیغامِ حق آیا تو انھوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا اور کہا کہ یہ تو بس (فصاحت و بلاغت کا) جادو ہے، ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک حق و باطل کا پیمانہ مال و دولت اور اقتدار و حکومت ہے)، چنانچہ، (انھوں نے ہمارے رسول کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے) کہا کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیا جاتا۔ (یہ ہے ان کا معیار۔ ان کے نزدیک بڑا وہ ہے جس کے پاس سرمایہ و اقتدار ہو، کردار کا بڑا ہونا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا)۔

(اے رسول کریم ﷺ یہ اس قسم کی باتیں اس طرح کہہ رہے ہیں گویا کہ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں، یہ جس کو چاہیں گے دیں گے)۔ لیکن، ہم نے اپنی رحمت کے خزانوں کی تقسیم پر انھیں مامور نہیں کیا۔ یہ ہم ہیں (اللہ کائنات کے مالک و مختار) جس نے اس دنیا کی زندگی میں لوگوں کے درمیان (اپنے ودیعت کردہ سلسلہ ءِ اسباب و علل کے تحت) سامانِ حیات کو تقسیم کیا ہے، (جو جو جس کے پاس ہے وہ ہماری عطا سے ہے۔) اور، ہم ہی ہیں کہ جس نے (اپنے ودیعت کردہ قانونِ فطرت کے مطابق) لوگوں کو وسائلِ حیات میں ایک دوسرے پر برتری دی ہے تاکہ (کاروبارِ حیات میں) وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ (یہ اس دنیا کے مال و متاع کا معاملہ ہے۔) لیکن، جہاں تک (اے رسولِ کریم ﷺ) آپ کے رب کی رحمتِ خاص (منصبِ نبوت و رسالت) کا تعلق ہے وہ ان چیزوں سے بہت بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ (سو، کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نبوت و رسالت کا منصب کسی کو ان کی پسند و ناپسند کی بنیاد پر عطا فرمائے۔)

(یہ تقسیمِ کار کاروبارِ حیات کو رواں دواں رکھنے کے لئے ہے۔) اور اگر ہمارے (قانونِ فطرت کے) پیشِ نظر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو ہم ان سب کے لئے جو خدائے رحمان کا انکار کرتے ہیں (نہایت قیمتی ساز و سامان مہیا کر دیتے، ان کی ہر چیز سونے اور چاندی کی ہوتی،) ان کے مکانوں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور اسی طرح سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں چاندی کی بنا دیتے، اسی طرح ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں چاندی کے بنا دیتے۔ اور اسی طرح یہ چیزیں سونے کی بھی بنا دیتے۔

(مگر ہمارے قانونِ فطرت کے پیشِ نظر یہ ہے کہ سلسلہ ءِ اسباب کے تحت ان لوگوں میں فرقِ مراتب رہے۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے اور انسان کو ارادہ و اختیار کی طاقت دی گئی ہے۔)

یہ سب چیزیں اس دنیا کی زندگی کا ساز و سامان ہیں، (ان کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔) جہاں تک آخرت کا تعلق ہے وہ اے رسول اکرم ﷺ آپ کے رب کے نزدیک ان لوگوں کے لئے ہے جو اہلِ تقویٰ ہیں۔

(اللہ فرماتا ہے کہ ہمارا ودیعت کردہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ) جب کوئی انسان اللہ خدائے رحمان کی یاد سے دانستہ طور پر رو گردانی کی راہ پر چل پڑتا ہے، ہم (اپنے قانونِ فطرت کے مطابق) ایک شیطان اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ اللہ کے پیغام سے منہ پھیرنے والوں کے یہ شیطان ساتھی انھیں راہِ حق سے روکتے ہیں اور گمراہی کے راستوں پر گامزن رکھتے ہیں لیکن وہ اپنی جگہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ درست راہ پر ہیں۔ (اور انھیں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ ان کے شیطان ساتھیوں نے انھیں راہِ حق سے دور کر دیا ہوا ہے۔ اسی حال میں بالآخر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ تب ان پر یہ واضح ہوتا ہے کہ حقیقت کیا ہے)۔ اِس طرح کا ہر شخص جب (روزِ حساب) ہمارے پاس آئے گا تو اپنے شیطان ساتھی سے کہے گا کہ کاش، میرے اور تمھارے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، (ہم کبھی ملے ہی نہ ہوتے، اور میں تمھیں اپنا ساتھی بنانے سے بچ جاتا)۔ سو، اس قسم کے ساتھی کتنے ہی برے ساتھی ہوتے ہیں۔

(کہا جائے گا: اے لوگو،) جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تم دنیا میں (مل کر) ظلم کرتے رہے (پیغامِ حق کی مخالفت کے ذریعے خود پر ظلم ڈھاتے رہے) تو آج یہ شور و فغان تمھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تم اس عذاب میں حصہ دار ہو۔ [آج تمھاری یہ آرزو کہ تمھارا برا ساتھی تم سے دور ہوتا، تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گی، اگر تم دنیا میں اس سے دور رہتے اور اس کے اشاروں پر نہ چلتے تو آج تمھارا انجام یہ نہ ہوتا۔ آخرت کا انجام انسان کے اعمال کا فطری و نامیاتی نتیجہ ہے۔ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے]۔

[وہ لوگ جو اس نصیحت کی مخالفت پر کمربستہ ہیں، شیطان نے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ان سے چھین لی ہے۔ یہ ضد، ہٹ دھرمی اور مخالفت برائے مخالفت کے راستے پر چل رہے ہیں، یہ حق کی کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں۔]

سو، اے رسول کریم ﷺ کیا آپ ان (دل کے) بہروں کو (پیغامِ حق) سنانا چاہتے ہیں، یا راہِ ہدایت دکھانا چاہتے ہیں (دل کے) اندھوں کو اور انھیں جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ [یہ نہیں سننا چاہتے۔ ان کی مہلت کے دن ختم ہونے کو ہیں۔ ہمارا قانونِ مکافات ان کے تعاقب میں ہے، یہ مخالفتِ حق کے نتائج سے نہیں بچ سکتے]۔ سو، اگر ہم آپ کو ان کے درمیان سے لے جائیں تو بیشک پھر بھی ہم ان کو ان کی مخالفتِ حق کا انجام دکھائیں گے، یا ہم آپ کو (ان کا) وہ (عذاب) دکھا دیں گے جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے (کہ آپ کی آنکھوں

کے سامنے یہ اپنے انجام سے دوچار ہوں)۔ یقیناً، ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں۔ [ہمارا قانونِ مکافات انھیں مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔]

آپ ان کی پروا نہ کریں اور (حسب معمول) اس (قرآن) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ [حسبِ معمول، پوری قوت کے ساتھ قرآنی دعوت کے فروغ کے لئے مصروفِ جدوجہد رہیں، آپ کی جدوجہد ضرور کامیابی سے ہمکنار ہو گی، اور آپ اور آپ کے ساتھی منزلِ مقصود پر پہنچیں گے۔]

اور یہ کہ کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑی عزت و شرف کا ذریعہ ہے۔ اور تم سے (اس کے بارے میں) ضرور جواب طلبی ہو گی (کہ اس کے ساتھ تمھارا طرز عمل کیا تھا)۔

[قرآن کاپیغامِ توحید کوئی نیاپیغام نہیں ہے، اللہ کے تمام رسولوں (علیہم السلام) نے یہی پیغام اپنے اپنے زمانے میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔] اور آپ سے پہلے ہم نے اپنے جو رسول دنیا میں بھیجے ہیں، ان (کے اہلِ ایمان) سے پوچھیے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے علاوہ اور خدا قرار دیے ہیں تاکہ ان کی عبادت کی جائے (یقیناً، ہم نے ایسا نہیں کیا)۔ (۴۵)

چنانچہ، ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا، (جب وہ ان کے پاس آئے) تو انھوں نے فرمایا: بیشک میں جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں (تمھارے لئے اس کاپیغام لے کر آیا ہوں)۔ لیکن، جب آپ ان کے پاس ہماری آیات لے کر آئے (اور ان کے سامنے ہماری آیات پیش کیں) تو وہ ایک دم ان (آیات) پر ہنسنے لگے۔ اور، ہم نے ایک سے بڑھ کر ایک نشانی انھیں دکھائی، ہر اگلی نشانی پچھلی سے بڑھ کر ہوتی، (مگر ہر بار انھوں نے ان کا مذاق اڑایا)، سو، ہم نے انھیں (ان کے اعمال کے نتیجے کے طور پر) عذاب میں مبتلا کر دیاتاکہ وہ (حق کی مخالفت سے) باز آ جائیں۔ (اپنے طرز عمل پر نظرِ ثانی کریں اور راہِ راست پر آ جائیں)۔ لیکن، (ہر بار) انھوں نے کہا: اے جادو گر! بسبب (اپنی رسالت کے) اس عہد کے جو اس نے تمھارے ساتھ کیا ہے ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگیے (کہ یہ عذاب ٹل جائے، اگر ایسا ہو گیا تو) ہم ضرور ہدایت قبول کر لیں گے۔ لیکن، (ہر بار) جب ہم نے ان سے وہ عذاب دور کر دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی اور کہا: اے میری قوم کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (فرمان کے) تحت (کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتی ہوئی) بہہ رہی ہیں (کیا میں ان کا مالک نہیں ہوں)، کیا تم (یہ سب) دیکھ نہیں رہے۔ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جو بے حیثیت ہے اور بات بھی واضح نہیں کر سکتا [اس کی باتیں ہماری سمجھ سے بالا ہیں]۔ اگر یہ سچا نبی ہے تو کیوں نہ اس کے لئے (آسمان سے) سونے کے کنگن اتارے گئے، یا کیوں نہ اس کے ساتھ قطار در قطار فرشتے آئے۔ (فرعون اس قسم کی باتیں ان کے ساتھ کرتا رہا)۔ اور اس طرح اس نے اپنی قوم کو احمق بنا دیا، اور انھوں نے اس کی اطاعت کی (اس کی مرضی کے مطابق چلے، جیسا اس نے چاہا انھوں نے ویسا کیا)۔ درحقیقت، یہ نافرمانی کرنے والے لوگ تھے۔ پس، جب انھوں نے (ہمارے پیغام کے خلاف سرکشی کے ذریعے) ہمارے غضب کو دعوت دی اور ہمارے پیغام کے خلاف سرکشی پر مُصر رہے تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کے انجام سے دوچار کر دیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ اور اس طرح انھیں گزرے ہوئے زمانے کی چیز اور بعد میں آنے والوں کے لئے (عبرت کا) نمونہ بنا دیا۔ (۵۶) [قصہ ءِ پارینہ، پرانی بات، پہلے وقتوں کی چیز، مطلب ہے نیست و نابود ہو گئے۔ وغیرہ]

اور یہ کہ، جب بھی (قرآن میں، آپ کی زبان سے حضرت عیسیٰ) ابنِ مریم کا حال بیان کیا جاتا ہے، تو آپ کی قوم فوراً اس پر چلا اُٹھتی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ (اے رسولِ اکرم ﷺ!) وہ آپ سے یہ بات صرف کج بحثی کے مقصد سے کر رہے ہوتے ہیں، [ان کا مقصد صرف بحث برائے بحث اور جھگڑا ہوتا ہے] در حقیقت یہ ہیں ہی مخاصمت پسند لوگ۔ (ان کا مقصد بحث مباحثہ اور محاذ آرائی ہے۔) (جہاں تک مسیح ابنِ مریم کا تعلق ہے) وہ محض ہمارے بندے ہیں، ہم نے ان پر انعام فرمایا (اور منصبِ رسالت پر فائز کیا) اور انھیں بنی اسرائیل کے لئے (زندگی کا) ایک نمونہ قرار دیا۔

اور(اے وہ لوگو جو فرشتوں کی پرستش کرتے ہو!) اگر ہم چاہتے تو ضرور تمھاری جگہ فرشتے بنا دیتے جو زمین میں خلافت کرتے (لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا۔) [جو تمہاری طرح زمین میں صاحبِ ارادہ و اختیار مخلوق کے طور پر آباد ہوتے، اور یوں تمھاری طرح اپنے اعمال کے لئے مسئول و مکلف اور جواب دہ ہوتے۔ صاحبِ ارادہ و اختیار مخلوق کا ہونا بذاتِ خود اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ایک یومِ حساب ہو۔ یہی قرآن کا پیغام ہے۔ سو، قرآن قیامت کے وقوع پر دلیلِ قطعی ہے۔]

اور، (اے رسول اکرمﷺ ان سے کہیں:) یقیناً یہ (قرآن) قیامت کے لئے ذریعہ ءِ علم ہے (کہ یقیناً وہ آ کر رہے گی)، پس ہر گز اس کی آمد میں شک نہ کرو، اور میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (خبردار رہنا) کہیں شیطان تمھیں اس راہ سے روک نہ دے، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

جب عیسیٰ (علیہ السلام) (اپنی قوم کے پاس، ہدایت کے) واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے فرمایا: میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تمھارے لئے کچھ ان چیزوں کی حقیقت بیان کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس، اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک، اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ لیکن، ان کے بعد ان کے پیروکاروں کے مختلف گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگ گئے، پس، ہلاکت ہے ان کے لئے جنہوں نے (راہِ حق سے انحراف کر کے اپنی جانوں پر) ظلم کیا: (ان کے لئے ہلاکت ہے، قیامت کے) الم ناک دن کے عذاب کے ذریعے۔(٦٥)

(پیغامِ حق کے مخالفین کے رویے بتا رہے ہیں کہ گویا) یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ واقع ہو اور انھیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ اس دن کا عالم یہ ہو گا کہ اس دنیا کے تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے اہلِ تقویٰ کے (کہ ان کی دوستی وہاں پر بھی قائم رہے گی)۔

(ان اہلِ تقویٰ سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غم زدہ ہو گے۔ (یعنی) وہ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار رہے۔ تم اور تمھارے (ہم نظریہ) ساتھی، سب جنت میں داخل ہو جاؤ، خوش خوش[شاداں و فرحاں، تمھارا اعزاز و اکرام کیا جائے گا]۔ (اہلِ جنت کا حال یہ ہو گا کہ وہ ہر طرح کی نعمتوں میں ہوں گے، گویا کہ وہ شاہی مہمان ہیں، میزبانی پر معمور کارکنان ان کی خدمت میں حرکت میں ہوں گے، سو) اُن کے آگے سونے کی رکابیاں اور سونے کے پیالے گردش میں ہوں گے اور ان کے لئے اُس (جنت) میں ہر وہ چیز ہو گی جسے دل پسند کریں اور جو آنکھوں کے لئے تسکین کا باعث ہو۔ اور (یہ کہ اے میرے بندو) تم اِس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کے صلے میں وارث بنائے گئے ہو۔ اور اس میں تمھارے لیے (تمھارے اعمال کے نتائج کے) بکثرت پھل ہوں گے جن میں سے تم (جو جی چاہے) کھاؤ گے۔

جہاں تک ان مجرمین (یعنی حق کے مخالفین) کا تعلق ہے، تو وہ یقیناً ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے۔ ایک ایسے عذاب میں جو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں نا امید پڑے ہوں گے۔[جان چکے ہوں گے کہ ان کے شرکا و شفعا ان کے کسی کام نہیں آسکتے، وہ ساری امیدیں جو انھوں نے ان سے باندھ رکھی تھیں ٹوٹ جائیں گی۔]
حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اِن پرکوئی ظلم نہیں کیا (ہم ظلم کرنے والے ہیں ہی نہیں)، بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے (سو، یہ عذاب ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے)۔ [وہ جو اس حال کو پہنچے ہیں اس لئے نہیں کہ ہم نے ان پر کوئی ظلم کیا ہے۔ نہیں، بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور اس حال کو پہنچے۔ یہ فصل جو وہ کاٹ رہے ہیں انھوں نے خود اپنی آزاد مرضی سے بوئی تھی۔ اعمال کا انجام اعمال کے ساتھ نامیاتی طور پر جڑا ہوا ہے۔]

اور یہ (جہنم کے نگران کو) پکاریں گے کہ اے مالک، کوئی ایسی صورت ہو کہ تیرا پروردگار ہمارا خاتمہ ہی کردے۔ وہ جواب دے گا کہ (ہرگز نہیں)، تم کو اِس حال میں رہنا ہے۔

(اے لوگو!)، یقیناً ہم تمھارے پاس پیغامِ حق لے کر آئے ہیں، لیکن تم میں سے بہت سوں کا حال یہ ہے کہ وہ پیغامِ حق سے بیزار ہیں (اور اس کے خلاف سرگرم ہیں)۔
کیا ان (مخالفینِ حق) نے (اپنے خیال میں، حق کے خلاف) کوئی فیصلہ کرلیا ہے، (اگر ایسا ہے) تو یقیناً ہم بھی فیصلہ کرلیں گے (حقیقت یہ ہے کہ کوئی قطعی فیصلہ کرنا ہماری ہی شان ہے)۔
کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم (رسولِ اکرمﷺ کے خلاف) اِن کی خفیہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو سن نہیں رہے ہیں؟ کیوں نہیں، یقیناً ہم سن رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے فرستادے اِن کے پاس موجود لکھ بھی رہے ہیں۔
[یہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے، کیا اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ خدا ہر احتیاج، ہر نقص اور ہر کمزوری سے پاک ہے، یہ محالِ مطلق ہے کہ اس کے اولاد ہو]۔
(اے رسولِ اکرم ﷺ انھیں سمجھانے کے لئے) فرمائیے: (بفرضِ محال) اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا میں ہوتا۔ (لیکن) آسمانوں اور زمین کا رب، کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ (شرک کا ارتکاب کرنے والے) اس کے لئے بیان کر تے ہیں۔ [اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو مجھے بہ حیثیتِ رسولِ خدا اس کا علم ہوتا اور میں یقیناً سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا اور اس کی پرستش کرتا۔ لیکن، خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں ہے، میں سب سے آگے بڑھ کراس نظریہ کا انکار کرتا ہوں۔ خدا ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ ان تمام باتوں سے پاک اور ماورا ہے جو یہ مشرکین اس کے لئے بیان کرتے ہیں۔]
پس، آپ (اے رسولِ اکرم ﷺ) انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کہ بیہودہ باتیں بناتے رہیں اور کھیل تماشا کرتے رہیں یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کا سامنا کریں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (اعمال کے نتائج کے حتمی ظہور کا دن)۔

اور یہ کہ وہی ہے جو آسمان (کائنات کی بلندیوں) میں بھی خدا ہے اور زمین (کائنات کی پستیوں) میں بھی خدا ہے (وہی ایک کائنات کے ہر گوشے میں الٰہ ہے)، اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ الحکیم و العلیم ہے۔ [وہ ایسا ہے کہ اس کی حکمت حکمتِ کاملہ ہے اور اس کا علم علمِ کلی ہے۔]

اور یہ کہ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی بادشاہی کی مالک ہے۔ نیز، اُسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم (اے انسانو) لوٹائے جاؤ گے۔

اور یہ کہ یہ لوگ اس (خدائے واحد و لاشریک) کے سوا جنھیں (شفاعت کی غرض سے بطورِ شریک) پکارتے ہیں، وہ شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ شفاعت کا اختیار انھیں عطا کیا جائے گا جنھوں نے حق کی شہادت دی، اور وہ جانتے ہیں (کہ خدا واحد و لاشریک ہے، اس کے اذن کے بغیر کسی کی مجال نہیں کہ اس کی بارگاہ میں کسی کی شفاعت کر سکے)۔

اور یہ کہ اے رسولِ اکرم ﷺ اگر آپ اِن سے پوچھیں کہ اِنھیں کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کدھر کو الٹے پھر رہے ہیں؟ (راہِ مستقیم کو چھوڑ کر ادھر ادھر کیوں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ جب اللہ خالق ہے تو مالک و مختار اور رب بھی وہی ہے۔ در در کی ٹھوکریں کھانے کے بجائے ایک دروازے کے سامنے اپنا دامن کیوں نہ پھیلائیں۔)

اور یہ کہ (اللہ کے علم میں ہے) رسولِ اکرم ﷺ کا یہ قول بھی کہ ''اے میرے رب یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے''، (سو، یہ مکافاتِ عمل کا سامنا کرکے رہیں گے)۔

پس، (اے رسولِ اکرم ﷺ) اِن کو نظر انداز کردیں اور کہہ دیں: ''تم سلامت رہو''، پس، وہ بہت جلد جان لیں گے (کہ حقیقت کیا ہے)۔

سورہ الزخرف (سورہ نمبر ۴۳)

خدائے الرحمٰن و الرحیم کے نام سے

آیت نمبر	آیات	ترجمہ
۱ تا ۴	حٰمٓ ۝١ وَ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝٢ اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝٣ وَ اِنَّهٗ فِىۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ۝٤	حٰم۔ شاہد ہے یہ کتابِ مبین (کہ یہ اللہ کی کتاب ہے) بیشک ہم نے اسے عربی قرآن کی شکل میں نازل کیا ہے تاکہ (اے مخاطبین) تم اسے (عقل و دانش) سے سمجھ سکو (اور دوسروں کے لئے سمجھنے کا ذریعہ بن سکو)۔ اور یہ کہ بیشک یہ قرآن ہمارے پاس اصل کتاب (کتابِ علمِ الٰہی) میں ثبت ہے؛ یقیناً (یہ قرآن ہے) اپنی شان میں نہایت بلند اور حکمت سے لبریز۔
کتابِ مبین: واضح کتاب، ہدایت کی ہر بات کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب۔ واضح بھی اور واضح کرنے والی بھی۔		

یہ کتابِ مبین بذاتِ خود شاہد ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ کتاب روشن ہے، واضح، اپنی حقانیت کی آپ گواہ۔ اپنے متن، بلاغت و فصاحت اور ساخت کے اعتبار سے بھی اور معنی، مفہوم اورپیغام کے اعتبار سے بھی۔ یہ کتابِ روشن ہے، منبعِ نورِ ہدایت، دل و دماغ کو روشن و منور کرنے والی کتاب۔

(اے لوگو!) تم اس کے اولین مخاطبین ہو، تمھاری زبان عربی ہے، ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم عقل و دانش سے اسے سمجھو، اس طرح خود بھی ہدایتِ ربانی سے سرفراز ہو اور دوسرے لوگوں تک بھی اس کے ابلاغ اور دعوت کا ذریعہ بنو۔

ام الکتاب: اصل کتاب، لوحِ محفوظ۔۔ کتابِ علمِ الٰہی، اللہ کا علمِ محیط کل۔ یہ قرآن ہم اللہ (کائنات کے بادشاہ) کا کلام ہے، یہ ہمارے پاس تمام کتابوں کی اصل لوحِ محفوظ میں ثبت ہے، اس کا منبع و مصدر ہم ہیں، یہ کسی شیطان کا کلام نہیں، نہ یہ شاعری ہے اور نہ کہانت۔ اس کی شان بہت بلند ہے اور یہ حکمت سے لبریز ہے۔ اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو تمھارا مرتبہ بلند ہو جائے گا اور تم علم و حکمت کی دولت سے مالا مال ہو جاؤ گے، تمھیں اپنے مقام اور نصب العین کی معرفت حاصل ہو گی اور اس تک پہنچنے کا راستہ لے گے۔

کتاب اور قرآن: قرآن مجید کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ یہ لکھا ہوا ہے، اس اعتبار سے اسے کتاب کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسے پڑھا جاتا ہے، اس اعتبار سے اسے قرآن کہتے ہیں۔ سو، یہ کتاب بھی ہے اور قرآن بھی۔

قرآن رسولِ اکرم ﷺ پر تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تیئیس سال کے عرصے میں نازل ہوا۔ پہلے دن سے رسولِ اکرم ﷺ کی نگرانی میں یہ لکھا جاتا رہا اور پڑھا جاتا رہا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں ایک مکمل کتاب اور مصحف کی شکل میں مرتب ہوا۔ مسجدِ نبوی میں اس کی ایک کاپی رکھی ہوتی تھیں جس سے صحابہ ءِ کرام استفادہ کرتے تھے۔

تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس کی طرف توجہ نہیں دے رہے۔ اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ یہ تمھاری شان اونچی کرنا اور تمھیں حکمت و دانش کے اونے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے، لیکن تم ہو کہ مخالفت پر مخالفت کیے جا رہے ہو۔

۵ تا ۸	اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ ۝۵ وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِيٍّ فِى الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۶ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۷ فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۸	(اس کے بوجود تم اس کی مخالفت کر رہے ہو) تو کیا (اے مخالفینِ قرآن) ہم تم سے اس یاد دہانی کو ناراض ہو کر اس بنا پر روک لیں کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ بن چکے ہو، (یقیناً ہم ایسا نہیں کریں گے)۔ اور (اے رسول کریمﷺ)، کتنے ہی انبیا ہیں جو ہم نے پہلے گزر جانے والی قوموں کی طرف بھیجے ہیں۔ لیکن، (ہمیشہ یہ ہوا کہ) جب بھی ان لوگوں کے پاس کوئی نبی آیا انھوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ (نتیجتاً، مکافاتِ عمل کا شکار ہوئے)۔ پس، ہم نے ان کو جو اِن (مخالفینِ حق) سے زیادہ طاقتور تھے ہلاک کر دیا۔ اور، وہ پہلے وقتوں کے لوگ ماضی کا قصہ بن کر رہ گئے۔

مسرفین:

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم تمھارے مخالفانہ طرز عمل کے باعث تم سے ناراض ہو کر اس ذکر (نصیحت نامہ، یاد دہانی) کو تم سے اس بنا پر روک لیں گے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ بن چکے ہو۔ نہیں، ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ہمارا رسول (ﷺ) تمھاری تذکیر و تعلیم کا یہ کام جاری رکھے گا یہاں تک کہ یا تو تم لوگ ایمان سے سرفراز ہو گے یا تم انکار و مخالفت میں ہر حد پھلانگ جاؤ گے اور تم پر اتمامِ حجت ہو جائے گا۔

یہ پہلی دفعہ نہیں ہو رہا کہ میرے رسول کی مخالف کی جا رہی ہے، اور اس پر استہزا اور طنز کے تیر چلائے جا رہے ہیں۔ شروع سے ایسا چلا آ رہا ہے۔ ہم نے گزشتہ زمانوں میں کثرت سے اپنے پیغامبر بھیجے ہیں۔ لیکن، ایک بھی نبی ایسا نہیں آیا کہ جس کی قوم نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔ لوگوں نے اپنی قوت اور طاقت کے بل بوتے پر میرے انبیا (علیہم السلام) کی مخالفت کی۔ پس، ہم نے (اپنے قانونِ مکافات کے تحت) انھیں ان کے انجام تک پہنچایا، اور انھیں نیست و نابود کر دیا، وہ ان مخالفینِ قرآن سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان کا حال گزر چکا۔ ان کی نظیریں چلی آتی ہیں، ان کے واقعات ضرب المثل ہیں، یہ لوگ ان سے آگاہ ہیں، انہیں چاہیے کہ ان سے عبرت حاصل کریں۔

۹	وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾	اور، (اے رسول کریم ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ انہیں (خدائے) العزیز و العلیم نے پیدا کیا ہے۔ (لیکن، پھر بھی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں)۔

العزیز: صاحبِ غلبہ و اقتدار، العلیم: ہر چیز کا علم رکھنے والا، سب کچھ جاننے والا۔ سمٰوٰت سماء کی جمع۔ سماء ''سمو'' کے مادے سے ہے، اس کا معنیٰ ہے بلندی اور وہ چیز جو بلندی پر ہے۔ ارض وہ چیز جو قدموں کے نیچے ہے۔ قرآنی استعمال میں ''سماوات و الارض'' سے مراد عالَم ہے جسے آج کی اصطلاحوں میں کائنات کہا جاتا ہے۔

کبھی انہوں نے اپنے داخلی و فکری تضاد کی طرف توجہ دی۔ ایک طرف تو وہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے کائنات کی تخلیق کی ہے اور دوسری طرف اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

(اے رسولِ کریم ﷺ) اگر آپ ان مشرکینِ مکہ سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کس نے کی ہے تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ انھیں اللہ نے پیدا کیا ہے جو صاحبِ غلبہ و اقتدار اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کے خالق کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا مسئلہ مگر یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ کو مانتے ہیں مگر اسے واحد و لاشریک نہیں مانتے۔ شرک اور شفاعت کے جھوٹے نظریات رکھتے ہیں۔ شرک انسان کی شخصیت کو تقسیم کرتا ہے۔ اسے اسپلٹ پرسونیلیٹی بناتا ہے۔ اسے فکری تضاد کا شکار کرتا ہے، اسے یک سو اور یک جہت نہیں ہونے دیتا ہے۔

۱۰ تا ۱۴	الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَ الَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾	(اے رسولِ کریم ﷺ آپ فرمائیں:) (اللہ) وہی ہے جس نے زمین کو (اے انسانو) تمھارے لئے ایک گہوارہ بنایا، اور اس میں تمھارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔ اور وہ وہی ہے جس نے بلندی سے ایک حساب کے مطابق پانی برسایا۔ پس، ہم نے اس سے ایک بے جان زمین کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اسی طرح تمھیں بھی (اے انسانو!) دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔ اور وہ وہی ہے جس نے ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔

اور (وہ وہی ہے) جس نے تمھارے لئے بنائے ہیں وہ سب جہاز اور چوپائے جن سے تم سواری کا کام لیتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پشتوں پر جم کر بیٹھو۔ پھر جب تم ان پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مُسخر کر دیا ورنہ ہم اس پر قابو پانے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ اور یہ کہ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔	لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾	

اے رسولِ کریم ﷺ آپ اعلان فرما دیں کہ اللہ وہی ہے جس نے زمین کو ایسا بنایا کہ وہ تمھارے لئے ایک گہوارے کی حیثیت رکھتی ہے جس پر تم آرام سے رہتے بستے ہو، اور اس میں اس نے تمھارے لئے راستے بنائے ہیں تا کہ تم اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔ اور وہ وہی ہے جو فضا سے ایک حساب کے مطابق بارش برساتا ہے، سو، ہم (اللہ خالقِ کائنات) اس پانی سے بے جان پڑے ہوئے خطہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں۔ اے لوگو، جس طرح اللہ کی خالقیت بے جان زمین کو سر سبز و شاداب بنا دیتی ہے ایسے ہی وہ اللہ تمھیں حیاتِ نو عطا فرمائے گا۔ نیز، وہ اللہ وہی ہے جس نے ہر قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے، اور تمھارے لئے (اپنے قانونِ فطرت کے مطابق) ہر طرح کی کشتیاں بنائی ہیں جن پر تم سوار ہو کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتے ہو، اسی طرح اس نے مویشی پیدا فرمائے جن میں سے بعض سے بھی تم سواری کا کام لیتے ہو۔

یہ سواریاں تمھارے لئے اس کی بہت بڑی نعمت ہیں، اس نے یہ مہیا فرمائی ہیں تاکہ تم ان کی پشت پر اطمینان سے بیٹھو (اور منزلِ مقصود کی طرف سفر کرو۔ پھر یہ کہ جب تم ان پر اطمینان سے بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہمارے اندر یہ قدرت نہ تھی کہ اس پر قابو پا سکتے۔ اور یہ بھی کہو کہ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق اور اس کی شانِ کریمی۔ لیکن قرآن کے مخالفین کا حال یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے بعض کو اس کی الوہیت میں شریک قرار دیتے ہیں، دراصل یہ لوگ کھلے ناشکرگزار ہیں۔ دعوتِ توحید پر اللہ کے شکرگزار ہونے کے بجائے یہ شرک پر ضد کئے ہوئے ہیں۔

(اللہ کو خالقِ کائنات تسلیم کرنے کے باوجود) ان (مشرکین) کا حال یہ ہے کہ انھوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد قرار دیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ (اس طرح کا) انسان کھلا ناشکرگزار ہے۔ (اے وہ لوگو جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو) کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لئے بیٹیاں پسند کر لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ برگزیدہ کیا (یہ تمھارا نظریہ کس قسم کا ہے!)۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ان (مشرکین) میں سے کسی کو اس کی (پیدائش کی) خوشخبری دی جاتی ہے جس کی نسبت وہ خدائے رحمٰن کی طرف کرتا ہے تو اس کا چہرہ (شدتِ غم سے گویا) سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ کرب سے بھر جاتا ہے۔ اور (دل ہی دل میں کہتا ہے): ''کیا	وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾	۱۵ تا ۱۸

		(اس کے ہاں وہ اولاد پیدا ہوئی) جو زیور میں پرورش پاتی ہے''۔ اور وہ خود کو ایک غیر مرئی کشمکش میں پاتا ہے (کہ اسے زندہ رہنے دے یا زمین میں دفن کر دے۔ (دیکھیں النحل:۵۹))۔

عرب کے لوگ بیٹی کی پیدائش پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں عار اور شرمندگی محسوس کرتے تھے، اگر ان کے ہاں بیٹی پیدا ہو جائے تو لوگوں سے چھپتے پھرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ شرمندگی، کرب و غم اور غصہ کے جذبات انھیں اپنے قبضے میں لے لیتے تھے۔ وہ ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جاتے تھے کہ اب کیا کریں، بیٹی کو زندہ رہنے دیں یا زمین میں دفن کر دیں۔

علاوہ ازیں، وہ بیٹی کو ایک لائیبلیٹی خیال کرتے تھے جبکہ بیٹا ان کے نزدیک ایک ایسیٹ تھا۔

ان کے نظریات تعجب خیز ہیں، یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور اس کی الوہیت میں شریک قرار دیتے ہیں۔ اے رسول کریم ﷺ ان سے فرمائیں کیا تم سوچتے نہیں کہ یہ کیسی عجیب بات کر رہے ہو۔ کیا ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اپنی مخلوق سے بیٹیاں پسند کر لیں اور تمھیں بیٹوں کے لئے خاص کر دیا۔ (اے رسول ﷺ! ان کا حال یہ ہے کہ) جب ان میں سے کسی کو اس کی پیدائش کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کی نسبت یہ اللہ خدائے رحمان کی طرف کرتا ہے تو اس کے چہرہ پرشدتِ غم سے سیاہی پھیل جاتی ہے، اور اس کا دل کرب و غم سے بھر جاتا ہے۔ اور(دل ہی دل میں کہتا ہے) کیا (میرے ہاں وہ اولاد پیدا ہوئی) جو زیور میں پروان چڑھتی ہے مگر مخاصمت کے موقع پر گویا بے زبان ہے، سامنے آ کر مقابلہ نہ کر سکے۔[اس آیت کو بہت طریقوں سے سمجھا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے۔ اس میں اُس باپ کی داخلی کشمکش کی طرف اشارہ ہے، وہ شرمندگی اور غم سے بھرا ہوا ہے۔ ساتھ ہی سوچتا ہے کہ ایسی اولاد کا کیا فائدہ جو زیور میں پلے مگر مبارزت و مفاخرت کے میدان میں کسی کام نہ آ سکے۔ سورہ النحل کی بنیاد پر اس کی تشریح مندرجہ ذیل طور پر کی جا سکتی ہے۔ وہ شخص جسے بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے، اس کی ایک ذہنی کشمکش یہ بھی ہوتی ہے کہ اب وہ کیا کرے، اس کو زندہ در گور کر دے یا رہنے دے۔ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ:(اور وہ ہے غیر مبین خصام میں؛ اس کا حال یہ ہے کہ خصام میں غیر مبین ہے؛ وہ ایسے خصام میں ہے یا ہوتا ہے جو غیر مبین ہے (غیر واضح، غیر ظاہر، غیر مرئی خصام، وغیرہ) وہ داخلی و ذہنی کشمکش میں ہوتا ہے اور فیصلہ نہیں کر پاتا کہ کیا کرے، اس بچی کو زندہ رہنے دے یا جان سے مار دے۔ وغیرہ] [افسوس کہ آج کی نام نہاد ترقی یافتہ دنیا میں بھی بچیوں کے بارے میں لوگوں کے خیالات اور عملی رویے زمانۂ جاہلیت کے بت پرست عربوں سے مختلف نہیں، استقرارِ حمل کے بعد ماں باپ طبی طریقوں سے جب یہ معلوم کرتے ہیں کہ ہونے والا بچہ بیٹی ہے تو ان کی حالت دیکھنے والی ہوتی ہے، واقعتاً ان کے بھی چہرے رنج و الم سے سیاہ ہو جاتے ہیں، ان کے دل بھی درد و غم سے بھر جاتے ہیں اور دنیا میں بہت سے بد قسمت ماں باپ اسقاطِ حمل کرا لینے سے بھی پیچھے نہیں رہتے۔ قرآن دورِ جاہلیت کے بت پرست عربوں کے بچیوں کے ساتھ اسی امتیازی بلکہ نفرت پر مبنی نظریات اور رویوں کو بنیاد بنا کر ان کے فکری تضاد کی نشاندہی کرتا ہے، کہ ایک طرف تو یہ بات انہیں سخت ناپسند ہے کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہو، اور دوسری طرف یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات سے ہی پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ وہ واحد و لاشریک ہے، لم یلد و لم یولد ہے، وہ یکتا ہے، اس کا نہ کوئی ہمسر اور نہ مثل۔]

اسلام کی تمام تر تعلیمات کے باوجود، جہیز کی رسم بدستور جاری ہے جو بہت سے لوگوں کے لئے بچیوں کی پیدائش کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ یہ بھی زیادہ تر زیور اور ساز و سامان کی شکل میں دی جاتی ہے۔ اس کی حیثیت ایک سٹیٹس سمبل کی بھی ہے۔ چنانچہ، عصرِ حاضر کی جاہلیت یا جاہلیتِ جدیدہ قدیم زمانے کی جاہلیت سے کسی قدر کم نہیں ہے۔ حمل کے ابتدائی ایام میں جنین کی جنس کی شناخت اور اسقاطِ حمل کی جدید ٹکنالوجی کا غلط استعمال بھی اس میں کردار ادا کر رہا ہے۔

<table>
<tr>
<td>۱۹ تا ۲۰</td>
<td>وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾</td>
<td>اور یہ کہ (اے رسولِ کریمﷺ) یہ فرشتوں کو کہ خدائے رحمٰن کے بندے ہیں (اس کے شریک اور) بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ (یہ کس بنیاد پر ایسا کہتے ہیں) کیا یہ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے (کہ انھوں نے انھیں تخلیق ہوتے دیکھا ہے)۔ ان کا یہ دعویٰ (ان کے دوسرے اعمال کی طرح ان کے نامہ ٔ اعمال میں) لکھ لیا جائے گا اور ان سے (بروزِ قیامت) اس کی بازپرس ہو گی۔
اور، یہ (منکرینِ حق) کہتے ہیں: اگر خدائے رحمٰن چاہتا تو ہم ان (باطل معبودوں) کی پرستش نہ کرتے۔ انھیں اس حقیقت کا (کہ خدا کا چاہنا کیا ہے) کوئی علم نہیں (نہ عقلی اور نہ نقلی)، یہ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔</td>
</tr>
<tr>
<td colspan="3">اور یہ کہ (اے رسول کریمﷺ) انھوں نے فرشتوں کو کہ خدائے رحمان کے بندے اس کی مخلوق اور تابع فرمان ہیں خدا کی بیٹیاں (اور یوں اس کی شریک) قرار دیا ہوا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے جو یہ کر رہے ہیں، کیا یہ ان کی پیدائش کے موقع پر موجود تھے یہ کس علم کی بنیاد پر ایسا کہ رہے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ان کی دوسری باتوں کی طرح ان کے اعمال نامے میں لکھ لیا جائے گا اور روزِ قیامت ان سے اس کی بازپرس ہو گی کہ یہ کس بنیاد پر اس طرح کی باتیں کرتے تھے۔
نیز، دعوتِ توحید کے یہ منکرین کہتے ہیں اگر خدائے رحمان نہ چاہتا تو ہم ان غیرِ خدا ہستیوں کی پوجا نہ کرتے۔ یہ ہے ان کے نزدیک مشیتِ الٰہی کا مفہوم۔ مگر ایسا یہ کسی حقیقی علم کی بنیاد پر نہیں کہتے، وہ تو ان کے پاس نہیں ہے، یہ تو بس قیاس آرائیاں ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔ دنیا دارالاسباب ہے، انسان اپنے ارادہ و اختیار کے دائرہ کے اندر جو اعمال سرانجام دیتا ہے وہ سب ضروری نہیں کہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہوں۔ اللہ فرماتا ہے کیا ہم نے انھیں اس قرآن سے قبل کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں اور اس کی بنیاد پر وہ اس قسم کے دعوے کرتے ہیں (یقیناً نہیں)۔ ان سے جب یہ پوچھا جاتا ہے تو یہ بس ایک ہی جواب دیتے ہیں کہ ضرور ایسا ہے کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک مضبوط طریقہ پر پایا ہے اور یقیناً ہم ان کے نقوشِ پا پر راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔</td>
</tr>
<tr>
<td>۲۱ تا ۲۲</td>
<td>اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾</td>
<td>کیا ہم نے انھیں اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، سو وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں (اور اس سے استدلال کر رہے ہیں)؟ بلکہ، وہ کہتے ہیں: ''بالیقین، ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک پختہ طریقے پر پایا ہے اور بالیقین ہم ان کے نقوشِ قدم پر راہ یاب ہیں۔</td>
</tr>
<tr>
<td></td>
<td></td>
<td></td>
</tr>
<tr>
<td>۲۳ تا ۲۵</td>
<td>وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾</td>
<td>(اے رسولِ اکرمﷺ آبا پرستی کا نظریہ کوئی نئی چیز نہیں ہے)، آپ سے پہلے بھی ہم نے جب کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا (اپنا نبی) بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک مضبوط طریقہ پر پایا اور ہم ان کے نقوشِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔</td>
</tr>
</table>

(نبی ِ محترم نے) فرمایا: اگر میں تمھارے پاس اس (غلط طریقہ) کی بہ نسبت جس پر تم نے اپنے آبا و اجداد کو پایا ہے درست طریقہ لے آؤں (تو کیا تم تب بھی اپنے آبا و اجداد ہی کی پیروی کرو گے یا اپنی خدا داد فکر کو کام میں لا کر درست طریقہ کو اختیار کرو گے)؟ انھوں نے جواب دیا: جو پیغام تم دے کر بھیجے گئے ہو، ہم اسے نہیں مانتے۔ [سو، انھوں نے اپنے قول اور عمل سے اس پیغام کی مخالفت کی۔ جب انھوں نے ایسا کیا اور حد سے بڑھ گئے تو] نتیجتاً، ہم نے انھیں ان کے اعمال کے نتائج سے ہمکنار کر دیا (ہمارے مکافاتِ عمل کے قانون نے انھیں ان کے انجام تک پہنچا دیا)۔ پس، دیکھو کہ پیغامِ حق کی تکذیب کرنے والوں کا کیسا (درد ناک) انجام ہوا۔ [نیست و نابود ہو کر قصہ ِ پارینہ اور نمونہ ِ عبرت بن گئے]۔	قٰلَ اَوَ لَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾	
(باپ دادا کی اندھی تقلید کے بجائے غور و فکر سے کام لو۔ اپنے جدِ امجد ابراہیم (علیہ السلام) کی حیاتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالو)۔ وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ بیشک میں ان سے جن کی تم پرستش کرتے ہو بیزار ہوں، میں تو صرف اس ہستی کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے وجود بخشا ہے، کچھ شبہ نہیں کہ وہی ذات ہے جو میری رہنمائی فرمائے گی۔ اس طرح، ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے پیچھے اپنی اولاد میں کلمہِ توحید کو باقی رہنے والی بات بنا دیا۔	وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَ قَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾	
(ان کی آرزو یہ تھی کہ ان کی اولاد اس کی طرف رجوع کرتی رہے، اور اس پر کاربند رہے۔ لیکن، رفتہ رفتہ وہ راہِ حق سے ہٹتے چلے گئے اور یہ دن آگیا۔) (اللہ فرماتا ہے کہ) یہ جو لوگ ہیں، میں نے (اپنے ودیعت کردہ قانونِ فطرت کے مطابق) انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامانِ حیات سے لطف اندوز ہونے دیا یہاں تک کہ یہ وقت آگیا، جب ان کے پاس میری طرف سے بھیجا گیا پیغامِ حق اور اس کی توضیح و تشریح کرنے اورہدایت کی ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہمارا رسول (ﷺ) آ گیا۔ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان کے پاس پیغامِ حق آیا تو انھوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا اور کہا کہ یہ تو بس (فصاحت و بلاغت کا) جادو ہے، ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔	بَلۡ مَتَّعۡتُ هٰۤؤُلَاۤءِ وَ اٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ وَ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۹﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾	۲۹ تا ۳۰

۳۱،۳ ۲	وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَّرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾	ان کے نزدیک حق و باطل کا پیمانہ مال و دولت اور اقتدار و حکومت ہے)، چنانچہ، (انھوں نے ہمارے رسول کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے) کہا کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیا جاتا۔ (یہ ہے ان کا معیار۔ ان کے نزدیک بڑا وہ ہے جس کے پاس سرمایہ و اقتدار ہو، کردار کا بڑا ہونا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا)۔ (اے رسول کریم ﷺ یہ اس قسم کی باتیں اس طرح کہہ رہے ہیں گویا کہ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں، یہ جس کو چاہیں گے دیں گے)۔ لیکن، ہم نے اپنی رحمت کے خزانوں کی تقسیم پر انھیں مامور نہیں کیا۔ یہ ہم ہیں (اللہ کائنات کے مالک و مختار) جس نے اس دنیا کی زندگی میں لوگوں کے درمیان (اپنے ودیعت کردہ سلسلہ ءِ اسباب و علل کے تحت) سامانِ حیات کو تقسیم کیا ہے، (جو جو جس کے پاس ہے وہ ہماری عطا سے ہے۔) اور، ہم ہی ہیں کہ جس نے (اپنے ودیعت کردہ قانونِ فطرت کے مطابق) لوگوں کو وسائلِ حیات میں ایک دوسرے پر برتری دی ہے تاکہ (کاروبارِ حیات میں) وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ (یہ اس دنیا کے مال و متاع کا معاملہ ہے۔) لیکن، جہاں تک (اے رسولِ کریم ﷺ) آپ کے رب کی رحمتِ خاص (منصبِ نبوت و رسالت) کا تعلق ہے وہ ان چیزوں سے بہت بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ (سو، کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نبوت و رسالت کا منصب کسی کو ان کی پسند و ناپسند کی بنیاد پر عطا فرمائے۔)
۳۳، ۳۴، ۳۵	وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾	(یہ تقسیم کار کاروبارِ حیات کو رواں دواں رکھنے کے لئے ہے۔) اور اگر ہمارے (قانونِ فطرت کے) پیشِ نظر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو ہم ان سب کے لئے جو خدائے رحمان کا انکار کرتے ہیں (نہایت قیمتی ساز و سامان مہیا کر دیتے، ان کی ہر چیز سونے اور چاندی کی ہوتی،) ان کے مکانوں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور اسی طرح سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں چاندی کی بنا دیتے، اسی طرح ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں چاندی کے بنا دیتے۔ اور اسی طرح یہ چیزیں سونے کی بھی بنا دیتے۔

<table dir="rtl">
<tr><td></td><td></td><td>(مگر ہمارے (قانونِ فطرت کے پیشِ نظر یہ ہے کہ سلسلہ ءِ اسباب کے تحت ان لوگوں میں فرقِ مراتب رہے۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے اور انسان کو ارادہ و اختیار کی طاقت دی گئی ہے۔)
یہ سب چیزیں اس دنیا کی زندگی کا ساز و سامان ہیں، (ان کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔) جہاں تک آخرت کا تعلق ہے وہ اے رسول اکرم ﷺ آپ کے رب کے نزدیک ان لوگوں کے لئے ہے جو اہلِ تقویٰ ہیں۔</td></tr>
<tr><td colspan="3">دراصل، انھوں نے اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کیا ہوا ہے۔ جو حق سے منہ پھیرتا ہے، باطل کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ قرآنی پیغام کی مخالفت کرنے والے آسودہ حال قبائلی سردار اور مذہبی پیشوا لوگوں کو عمر بھر اس کے خلاف اپنا آلہ کار بنائے رکھتے ہیں۔</td></tr>
<tr><td>۳۶ تا ۳۹</td><td>وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾
وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾
حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾
وَ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾</td><td>(اللہ فرماتا ہے کہ ہمارا ودیعت کردہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ) جب کوئی انسان اللہ خدائے رحمان کی یاد سے دانستہ طور پر رو گردانی کی راہ پر چل پڑتا ہے، ہم (اپنے قانونِ فطرت کے مطابق) ایک شیطان اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ اللہ کے پیغام سے منہ پھیرنے والوں کے یہ شیطان ساتھی انھیں راہِ حق سے روکتے ہیں اور گمراہی کے راستوں پر گامزن رکھتے ہیں لیکن وہ اپنی جگہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ درست راہ پر ہیں۔ (اور انھیں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ ان کے شیطان ساتھیوں نے انھیں راہِ حق سے دور کر دیا ہوا ہے۔ اسی حال میں بالآخر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ تب ان پر یہ واضح ہوتا ہے کہ حقیقت کیا ہے)۔ اِس طرح کا ہر شخص جب (روزِ حساب) ہمارے پاس آئے گا تو اپنے شیطان ساتھی سے کہے گا کہ کاش، میرے اور تمھارے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، (ہم کبھی ملے ہی نہ ہوتے، اور میں تمھیں اپنا ساتھی بنانے سے بچ جاتا)۔ سو، اس قسم کے ساتھی کتنے ہی برے ساتھی ہوتے ہیں۔
(کہا جائے گا: اے لوگو،) جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تم دنیا میں (مل کر) ظلم کرتے رہے (پیغامِ حق کی مخالفت کے ذریعے خود پر ظلم ڈھاتے رہے) تو آج یہ شور و فغان تمھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تم اس عذاب میں حصہ دار ہو۔ [آج تمھاری یہ آرزو کہ تمھارا برا ساتھی تم سے دور ہوتا، تمھیں کچھ فائدہ نہیں دے گی، اگر تم دنیا میں اس سے دور رہتے اور اس کے اشاروں پر نہ چلتے تو آج تمھارا انجام یہ نہ ہوتا۔ آخرت کا انجام انسان کے اعمال کا فطری و نامیاتی نتیجہ ہے۔ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔</td></tr>
</table>

(اللہ فرماتا ہے کہ ہمارا ودیعت کردہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ) جب کوئی انسان اللہ خدائے رحمان کی یاد سے رو گردانی کی راہ پر چل پڑتا ہے (اور دانستہ طور پر اس سے اندھا بن جاتا ہے، اسے در خور اعتنا نہیں سمجھتا)، ہم (اپنے قانونِ فطرت کے مطابق) ایک شیطان اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ شیطان اس پر اپنا تسلط جما لیتا ہے، اس کے دل و دماغ کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔ وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ اللہ کے پیغام سے رو گردانی کرنے والوں کے یہ شیطان ساتھی انھیں راہِ حق سے روکتے ہیں اور گمراہی کے راستوں پر گامزن رکھتے ہیں لیکن وہ اپنی جگہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ درست راہ پر ہیں۔ اور انھیں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ ان کے شیطان ساتھیوں نے انھیں راہِ حق سے دور کر دیا ہوا۔ اسی حال میں بالآخر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ تب ان پر یہ واضح ہوتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ اِس طرح کا ہر شخص جب روزِ حساب ہمارے پاس آئے گا تو اپنے شیطان ساتھی سے کہے گا کہ کاش، میرے اور تمھارے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، ہم کبھی ملے ہی نہ ہوتے، اور میں تمھیں اپنا ساتھی بنانے سے بچ جاتا۔ سو، اس قسم کے ساتھی کتنے ہی برے ساتھی ہوتے ہیں۔
(کہا جائے گا: اے لوگو،) جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تم دنیا میں (مل کر) ظلم کرتے رہے (پیغامِ حق کی مخالفت کے ذریعے خود پر ظلم ڈھاتے رہے) تو آج یہ شور و فغان تمھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تم اس عذاب میں حصہ دار ہو۔ [آج تمھاری یہ آرزو کہ تمھارا برا ساتھی تم سے دور ہوتا، تمھیں کچھ فائدہ نہیں دے گی، اگر تم دنیا میں اس سے دور رہتے اور اس کے اشاروں پر نہ چلتے تو آج تمھارا انجام یہ نہ ہوتا۔ آخرت کا انجام انسان کے اعمال کا فطری و نامیاتی نتیجہ ہے۔ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

۴۰ تا ۴۴	اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ مَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾	[وہ لوگ جو اس نصیحت کی مخالفت پر کمربستہ ہیں، شیطان نے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ان سے چھین لی ہے۔ یہ ضد، ہٹ دھرمی اور مخالفت برائے مخالفت کے راستے پر چل رہے ہیں، یہ حق کی کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں۔] سو، اے رسول کریم ﷺ کیا آپ ان (دل کے) بہروں کو (پیغامِ حق) سنانا چاہتے ہیں، یا راہِ ہدایت دکھانا چاہتے ہیں (دل کے) اندھوں کو اور انھیں جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ [یہ نہیں سننا چاہتے۔ ان کی مہلت کے دن ختم ہونے کو ہیں۔ ہمارا قانونِ مکافات ان کے تعاقب میں ہے، یہ مخالفتِ حق کے نتائج سے نہیں بچ سکتے]۔ سو، اگر ہم آپ کو ان کے درمیان سے لے جائیں تو بیشک پھر بھی ہم ان کو ان کی مخالفتِ حق کا انجام دکھائیں گے، یا ہم آپ کو (ان کا) وہ (عذاب) دکھا دیں گے جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے (کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ اپنے انجام سے دوچار ہوں)۔ یقیناً، ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں۔ [ہمارا قانونِ مکافات انھیں مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔] آپ ان کی پروا نہ کریں اور (حسب معمول) اس (قرآن) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔[حسبِ معمول، پوری قوت کے ساتھ قرآنی دعوت کے فروغ کے لئے مصروفِ جدوجہد رہیں، آپ کی جدوجہد ضرور کامیابی سے ہمکنار ہو گی، اور آپ اور آپ کے ساتھی منزلِ مقصود پر پہنچیں گے۔]

		اور یہ کہ کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑی عزت و شرف کا ذریعہ ہے۔ اور تم سے (اس کے بارے میں) ضرور جواب طلبی ہو گی (کہ اس کے ساتھ تمھارا طرز عمل کیا تھا)۔
۴۵	وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾	[قرآن کا پیغامِ توحید کوئی نیا پیغام نہیں ہے، اللہ کے تمام رسولوں (علیہم السلام) یہی پیغام اپنے اپنے زمانے میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔] اور آپ سے پہلے ہم نے اپنے جو رسول دنیا میں بھیجے ہیں، ان (کے اہلِ ایمان) سے پوچھیے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے علاوہ اور خدا قرار دیے ہیں تاکہ ان کی عبادت کی جائے (یقیناً، ہم نے ایسا نہیں کیا)۔ (۴۵)
۴۶ تا ۵۶	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾	چنانچہ، ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا، (جب وہ ان کے پاس آئے) تو انھوں نے فرمایا: بیشک میں جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں (تمھارے لئے اس کا پیغام لے کر آیا ہوں)۔ لیکن، جب آپ ان کے پاس ہماری آیات لے کر آئے (اور ان کے سامنے ہماری آیات پیش کیں) تو وہ ایک دم ان (آیات) پر ہنسنے لگے۔ اور ہم نے ایک سے بڑھ کر ایک نشانی انھیں دکھائی، ہر اگلی نشانی پچھلی سے بڑھ کر ہوتی، (مگر ہر بار انھوں نے ان کا مذاق اڑایا)، سو، ہم نے انھیں (ان کے اعمال کے نتیجے کے طور پر) عذاب میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ (حق کی مخالفت سے) باز آ جائیں۔ (اپنے طرز عمل پر نظرِ ثانی کریں اور راہِ راست پر آ جائیں)۔ لیکن، (ہر بار) انھوں نے کہا: اے جادو گر! بسبب (اپنی رسالت کے) اس عہد کے جو اس نے تمھارے ساتھ کیا ہے ہمارے لئے اپنے رب سے دعا مانگیے (کہ یہ عذاب ٹل جائے، اگر ایسا ہو گیا تو) ہم ضرور ہدایت قبول کر لیں گے۔ لیکن، (ہر بار) جب ہم نے ان سے وہ عذاب دور کر دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی اور کہا: اے میری قوم کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (فرمان کے) تحت (کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتی ہوئی) بہہ رہی ہیں (کیا میں ان کا مالک نہیں ہوں)، کیا تم (یہ سب) دیکھ نہیں رہے۔ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جو بے حیثیت ہے اور بات بھی واضح نہیں کر سکتا [اس کی باتیں ہماری سمجھ سے بالا ہیں]۔ اگر یہ سچا نبی ہے تو کیوں نہ اس کے لئے (آسمان سے) سونے کے کنگن اتارے گئے، یا کیوں نہ اس کے ساتھ قطار در

	فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۵ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝۵۶ۧ	قطار فرشتے آئے۔ (فرعون اس قسم کی باتیں ان کے ساتھ کرتا رہا)۔ اور اس طرح اس نے اپنی قوم کو احمق بنا دیا، اور انھوں نے اس کی اطاعت کی (اس کی مرضی کے مطابق چلے، جیسا اس نے چاہا انھوں نے ویسا کیا)۔ درحقیقت، یہ نافرمانی کرنے والے لوگ تھے۔ پس، جب انھوں نے (ہمارے پیغام کے خلاف سرکشی کے ذریعے) ہمارے غضب کو دعوت دی اور ہمارے پیغام کے خلاف سرکشی پر مُصر رہے تو ہم نے انھیں ان کے اعمال کے انجام سے دوچار کر دیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ اور اس طرح انھیں گزرے ہوئے زمانے کی چیز اور بعد میں آنے والوں کے لئے (عبرت کا) نمونہ بنا دیا۔ (۵۶) [قصہ ءِ پارینہ، پرانی بات، پہلے وقتوں کی چیز، مطلب ہے نیست و نابود ہو گئے۔ وغیرہ]۔
۵۷ تا ۶۰	وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝۵۷ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝۵۸ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝۵۹ۭ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝۶۰	اور یہ کہ، جب بھی (قرآن میں، آپ کی زبان سے حضرت عیسیٰ) ابنِ مریم کا حال بیان کیا جاتا ہے، تو آپ کی قوم فوراً اس پر چلا اٹھتی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ (اے رسولِ اکرم ﷺ!) وہ آپ سے یہ بات صرف کج بحثی کے مقصد سے کر رہے ہوتے ہیں، [ان کا مقصد صرف بحث برائے بحث اور جھگڑا ہوتا ہے] درحقیقت یہ ہیں ہی مخاصمت پسند لوگ۔ (ان کا مقصد بحث مباحثہ اور محاذ آرائی ہے۔) (جہاں تک مسیح ابنِ مریم کا تعلق ہے) وہ محض ہمارے بندے ہیں، ہم نے ان پر انعام فرمایا (اور منصبِ رسالت پر فائز کیا) اور انھیں بنی اسرائیل کے لئے (زندگی کا) ایک نمونہ قرار دیا۔ اور(اے وہ لوگو جو فرشتوں کی پرستش کرتے ہو!) اگر ہم چاہتے تو ضرور تمھاری جگہ فرشتے بنا دیتے۔ جو زمین میں خلافت کرتے (لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا۔) [جو تمھاری طرح زمین میں صاحبِ ارادہ و اختیار مخلوق کے طور پر آباد ہوتے، اور یوں تمھاری طرح اپنے اعمال کے لئے مسئول و مکلف اور جواب دہ ہوتے۔ صاحبِ ارادہ و اختیار مخلوق کا ہونا بذاتِ خود اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ایک یومِ حساب ہو۔ یہی قرآن کا پیغام ہے۔ سو، قرآن قیامت کے وقوع پر دلیلِ قطعی ہے۔]

۶۱، ۶۲	وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۶۲	اور، (اے رسول اکرمﷺ ان سے کہیں:) یقیناً یہ (قرآن) قیامت کے لئے ذریعہء علم ہے (کہ یقیناً وہ آ کر رہے گی)، پس ہر گز اس کی آمد میں شک نہ کرو، اور میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (خبردار رہنا) کہیں شیطان تمھیں اس راہ سے روک نہ دے، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔
۶۳ تا ۶۵	وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۴ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝۶۵	جب عیسیٰ (علیہ السلام) (اپنی قوم کے پاس، ہدایت کے) واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے فرمایا: میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تمھارے لئے کچھ ان چیزوں کی حقیقت بیان کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس، اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک، اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ لیکن، ان کے بعد ان کے پیروکاروں کے مختلف گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگ گئے، پس، ہلاکت ہے ان کے لئے جنھوں نے (راہِ حق سے انحراف کر کے اپنی جانوں پر) ظلم کیا: (ان کے لئے ہلاکت ہے، قیامت کے) الم ناک دن کے عذاب کے ذریعے۔(۶۵)
۶۶، ۶۷	هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۶ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝۶۷	(پیغامِ حق کے مخالفین کے رویے بتا رہے ہیں کہ گویا) یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ واقع ہو اور انھیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ اس دن کا عالم یہ ہو گا کہ اس دنیا کے تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے اہلِ تقویٰ کے (کہ ان کی دوستی وہاں پر بھی قائم رہے گی)۔
۶۸ تا ۷۳	يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝۶۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۶۹ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝۷۰	(ان اہلِ تقویٰ سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غم زدہ ہو گے۔ (یعنی) وہ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار رہے۔ تم اور تمھارے (ہم نظریہ) ساتھی، سب جنت میں داخل ہو جاؤ، خوش خوش[شاداں و فرحاں، تمھارا اعزاز و اکرام کیا جائے گا]۔ (اہلِ جنت کا حال یہ ہو گا کہ وہ ہر طرح کی نعمتوں میں ہوں

	يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾	گے، گویا کہ وہ شاہی مہمان ہیں، میزبانی پر معمور کارکنان ان کی خدمت میں حرکت میں ہوں گے، سو) اُن کے آگے سونے کی رکابیاں اور سونے کے پیالے گردش میں ہوں گے اور ان کے لئے اُس (جنت) میں ہر وہ چیز ہو گی جسے دل پسند کریں اور جو آنکھوں کے لئے تسکین کا باعث ہو۔ اور (یہ کہ اے میرے بندو) تم اِس میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کے صلے میں وارث بنائے گئے ہو۔ اور اس میں تمھارے لیے (تمھارے اعمال کے نتائج کے) بکثرت پھل ہوں گے جن میں سے تم (جو جی چاہے) کھاؤ گے۔
۷۴ تا ۷۷	اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۚ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۚ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۗ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾	جہاں تک ان مجرمین (یعنی حق کے مخالفین) کا تعلق ہے، تو وہ یقیناً ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے۔ ایک ایسے عذاب میں جو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں نا امید پڑے ہوں گے۔[جان چکے ہوں گے کہ ان کے شرکا و شفعا ان کے کسی کام نہیں آسکتے، وہ ساری امیدیں جو انھوں نے ان سے باندھ رکھی تھیں ٹوٹ جائیں گی۔] حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اِن پرکوئی ظلم نہیں کیا (ہم ظلم کرنے والے ہیں ہی نہیں)، بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے (سو، یہ عذاب ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے)۔ [وہ جو اس حال کو پہنچے ہیں اس لئے نہیں کہ ہم نے ان پر کوئی ظلم کیا ہے۔ نہیں، بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور اس حال کو پہنچے۔ یہ فصل جو وہ کاٹ رہے ہیں انھوں نے خود اپنی آزاد مرضی سے بوئی تھی۔ اعمال کا انجام اعمال کے ساتھ نامیاتی طور پر جڑا ہوا ہے۔] اور یہ (جہنم کے نگران کو) پکاریں گے کہ اے مالک، کوئی ایسی صورت ہو کہ تیرا پروردگار ہمارا خاتمہ ہی کردے۔ وہ جواب دے گا کہ (ہرگز نہیں)، تم کو اِس حال میں رہنا ہے۔

اس میں ایک ایک اشارہ یہ بھی مضمر ہے کہ اب بھی یہ اللہ کو نہیں پکار رہے، جہنم کے نگران کو پکار کر اس سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اپنے رب سے کہے کہ وہ ان کا کام تمام کردے۔ اللہ کو اپنا رب کہہ کر خود نہیں پکار رہے۔ پرانی عادات جلدی جان نہیں چھوڑتیں۔

<table>
<tr>
<td>۷۸ تا
۸۰</td>
<td>لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۸﴾
اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ج
اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوٰىهُمۡ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾</td>
<td>(اے لوگو!)، یقیناً ہم تمھارے پاس پیغامِ حق لے کر آئے ہیں، لیکن تم میں سے بہت سوں کا حال یہ ہے کہ وہ پیغامِ حق سے بیزار ہیں (اور اس کے خلاف سرگرم ہیں)۔
کیا ان (مخالفینِ حق) نے (اپنے خیال میں، حق کے خلاف) کوئی فیصلہ کرلیا ہے، (اگر ایسا ہے) تو یقیناً ہم بھی فیصلہ کرلیں گے (حقیقت یہ ہے کہ کوئی قطعی فیصلہ کرنا ہماری ہی شان ہے)۔
کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم (رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف) اِن کی خفیہ باتوں کو اور اِن کی سرگوشیوں کو سن نہیں رہے ہیں؟ کیوں نہیں، یقیناً ہم سن رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے فرستادے اِن کے پاس موجود لکھ بھی رہے ہیں۔</td>
</tr>
<tr>
<td colspan="3">[کیا اِنھوں نے (حق کے خلاف) کسی بات کا ارادہ کر لیا ہے، اگر ایسا ہے تو انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ یقیناً ہمارا مکافاتِ عمل کا قانون بھی اپنا ردِ عمل دکھائے گا۔]</td>
</tr>
<tr>
<td>۸۱ تا
۸۳</td>
<td>قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾
سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾
فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَ يَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾</td>
<td>[یہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے، کیا اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ خدا ہر احتیاج، ہر نقص اور ہر کمزوری سے پاک ہے، یہ محالِ مطلق ہے کہ اس کے اولاد ہو]۔
(اے رسولِ اکرم ﷺ انھیں سمجھانے کے لئے) فرمائیے: (بفرضِ محال) اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا میں ہوتا۔ (لیکن) آسمانوں اور زمین کا رب، کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ (شرک کا ارتکاب کرنے والے) اس کے لئے بیان کرتے ہیں۔ [اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو مجھے بہ حیثیتِ رسولِ خدا اس کا علم ہوتا اور میں یقیناً سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا اور اس کی پرستش کرتا۔ لیکن، خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں ہے، میں سب سے آگے بڑھ کراس نظریہ کا انکار کرتا ہوں۔ خدا ہر عیب سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ ان تمام باتوں سے پاک اور ماورا ہے جو یہ مشرکین اس کے لئے بیان کرتے ہیں۔]
پس، آپ (اے رسولِ اکرم ﷺ) انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کہ بیہودہ باتیں بناتے رہیں اور کھیل تماشا کرتے رہیں یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کا سامنا کریں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (اعمال کے نتائج کے حتمی ظہور کا دن)۔</td>
</tr>
<tr>
<td></td>
<td></td>
<td></td>
</tr>
<tr>
<td>۸۴،
۸۵</td>
<td>وَ هُوَ الَّذِىۡ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِى الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۴﴾</td>
<td>اور یہ کہ وہی ہے جو آسمان (کائنات کی بلندیوں) میں بھی خدا ہے اور زمین (کائنات کی پستیوں) میں بھی خدا ہے (وہی ایک کائنات کے ہر گوشے میں الٰہ ہے)، اور اس کی شان</td>
</tr>
</table>

یہ ہے کہ وہ الحکیم و العلیم ہے۔ [وہ ایسا ہے کہ اس کی حکمت حکمتِ کاملہ ہے اور اس کا علم علمِ کلی ہے۔] اور یہ کہ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی بادشاہی کی مالک ہے۔ نیز، اُسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم (اے انسانو) لوٹائے جاؤ گے۔	وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾	
اور یہ کہ یہ لوگ اس (خدائے واحد و لاشریک) کے سوا جنھیں (شفاعت کی غرض سے بطورِ شریک) پکارتے ہیں، وہ شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ شفاعت کا اختیار انھیں عطا کیا جائے گا جنھوں نے حق کی شہادت دی، اور وہ جانتے ہیں (کہ خدا واحد و لاشریک ہے، اس کے اذن کے بغیر کسی کی مجال نہیں کہ اس کی بارگاہ میں کسی کی شفاعت کر سکے)۔ اور یہ کہ اے رسولِ اکرم ﷺ اگر آپ اِن سے پوچھیں کہ اِنھیں کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کدھر کو الٹے پھر رہے ہیں؟ (راہِ مستقیم کو چھوڑ کر ادھر ادھر کیوں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ جب اللہ خالق ہے تو مالک و مختار اور رب بھی وہی ہے۔ در در کی ٹھوکریں کھانے کے بجائے ایک دروازے کے سامنے اپنا دامن کیوں نہ پھیلائیں۔)	وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾	۸۶ تا ۸۹
اور یہ کہ (اللہ کے علم میں ہے) رسولِ اکرم ﷺ کا یہ قول بھی کہ "اے میرے رب یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے"، (سو، یہ مکافاتَ عمل کا سامنا کرکے رہیں گے)۔ پس، (اے رسولِ اکرم ﷺ) اِن کو نظر انداز کردیں اور کہہ دیں: "تم سلامت رہو"، پس، وہ بہت جلد جان لیں گے (کہ حقیقت کیا ہے)۔	وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾	